International Research Journal of Arabic and Islamic Studies, Vol.:03, Issue: 02, July-Dec 2023
pp:322 - 349

OPEN ACCESS
IRJAIS
ISSN (Online): 2789-4010
ISSN (Print): 2789-4002
www. irjais.com

قرآنی علوم کا ارتقائی جائزہ: آیات و سور کے باہمی ربط کا اختصاصی مطالعہ

Evolutionary Study of Quranic Sciences: A Specialized Analysis of the Interrelationship Between Verses and Chapters

Hafiz Muhammad Imran
MPhil, Islamic Studies, Institute of Islamic Studies,
Punjab University, Lahore.
Email: hafizmuhimran@gmail.com
Syed Syar Ali Shah
Head, Department of Islamic and Arabic Studies, University of Swabi
Shoaib Siddiqui
M. Phil Scholar, Institute of Islamic Studies, University of Punjab, Lahore.

Abstract

This research explores the evolutionary study of Quranic sciences with a special focus on the interrelationship between verses and chapters. The term "Munasabat" refers to the intellectual and conceptual harmony between Quranic verses, signifying the presence of a common underlying concept that justifies the current arrangement of verses. On the other hand, "Nazm" is the orderly arrangement of Quranic discourse, symbolized by the stringing of pearls into a necklace, representing a beautiful connection and relation between components. The significance of Nazm and Munasabat is multi-faceted. It enhances the intellectual attraction and impact of Quranic meaning, provides insight into the secrets of Shariah, and offers a systematic arrangement of the universal, personal, and historical arguments presented in the Quran. Furthermore, it plays a crucial role in the unity of the Ummah, minimizing differences and fostering unity in thought and action. This study highlights the importance of understanding the eloquent arrangement of verses to gain deeper insights into the wisdom and spirit of Islam. By exploring the intricate relationship between Quranic verses and chapters, this research contributes to a more comprehensive understanding of Quranic sciences and emphasizes the need for unity and coherence in Islamic thought.

Keywords: Quranic Sciences, Nazm, Munasabat, Shariah Secrets, Unity of the Ummah

تعارف موضوع

یہ تحقیق قرآنی علوم کے ارتقائی جائزے پر مرکوز ہے، جس میں آیات اور سورتوں کے باہمی ربط کا خصوصی مطالعہ کیا گیا ہے۔ "مناسبت" کا مفہوم آیات کے درمیان فکری اور معنوی ہم آہنگی پر مشتمل ہے جو موجودہ ترتیب کی توجیہ پیش کرتی ہے۔ دوسری جانب، "نظم" کا مطلب قرآنی خطاب کی حسن ترتیب ہے، جیسے موتیوں کو ایک لڑی میں پرو دینا جو اجزاء کے باہمی تعلق اور حسن کو ظاہر کرتا ہے۔ علم نظم و مناسبت کی اہمیت مختلف پہلوؤں سے واضح ہے۔ یہ قرآنی مفاہیم میں معنوی کشش پیدا کرتی ہے، شریعت کے اسرار کو سمجھنے میں مدد دیتی ہے، اور قرآن میں موجود آفاقی، انفسی اور تاریخی دلائل کی حکیمانہ ترتیب سے آگاہی فراہم کرتی ہے۔ مزید برآں، یہ امت مسلمہ کی وحدت اور شیرازہ بندی میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اس تحقیق میں آیات اور سورتوں کے باہمی ربط کا تجزیہ کرتے ہوئے قرآنی علوم کے جامع مطالعے کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔

نظم و مناسبت کا مفہوم

مناسبت کے لغوی معنی ہیں باہم قریب ہونا اور شکل و ساخت میں مشابہ ہونا۔ ادب میں جب مناسبت کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو اس کا مطلب دو الفاظ یا جملوں میں لفظی یا فکری و معنوی قربت اور ہم آہنگی ہوتا ہے۔ قرآن پاک کی آیات میں مناسبت کا مفہوم یہ ہے کہ دو آیات کے درمیان عام معنی یا خاص معنی عقلی و حسی مفہوم یا خیالی و واقعاتی مقسوم میں کوئی قدر مشترک یا جامع تصور موجود ہے جس نے آیات کی موجودہ ترتیب کو قبول کیا ہے۔

نظم کا مطلب

نظم "لغت میں کسی چیز کی حسن ترتیب کے لیے استعمال کیا جاتا ہے کلام موزوں، مقفی، مسجع، عبارتوں موتیوں کی مالا یا کسی بھی چیز کا خوبصورت انداز میں باہمی جوڑ، تعلق اور واسطہ ہو تو نظم 'کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

ابن منظور (م ۷۱۱ھ) اس حوالے سے رقمطراز ہیں کہ:

(نظم : النظم : التأليف نَظْمُه يَنْظِمه نظماً ونظاماً ونظمت اللؤلواي جمعته في السلك والتنظيم مثله ومنه نظمت الشعر ونظمته والنظم : المنظوم ، وصف بالمصدروالنظم : ما نظمه ملولو وخرزوغيرهما) [1]

نظم تالیف اور ایک چیز کو دوسری چیز سے ملانا ہے موتیوں کی مالا، ان کو باہمی ترتیب میں پرونا خوبصورت انداز میں دھاگے میں منضبط کرنا ہے۔ اور اس سے نظمت الشعر بھی ہے۔

محمد مرتضی الزبیدی، نظم کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

النظم : المنظوم : باللؤلؤ والمخرر وصف بالمصدر يقال نظم من لؤلؤ والنظم الجماعة من الجراد ونظم اللؤلؤ ينظمه نظما ونظاماً. ونظمه تنظيما : ألفه وجمعه في سلك فأنتظم وتنظيم منه نظمت الشعرونظمته ونظم الامر على المثل وله نظم حسن و در منظوم و منظم [2]

ایک چیز کا دوسری چیز سے ملا ہوا ہونا جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ موتیوں کو باہم ایک لڑی میں پرو دینا، موتیوں کی مالا، باہم ترتیب سے رکھنا، باہمی ترتیب سے خوبصورت انداز سے دھاگے میں منضبط کسی کام کو ترتیب دینا، انتظام سے کرنا اور اسی سے نظمت الشعر بھی ہے۔

محمد عبد الحفیظ اس ضمن میں بیان کرتے ہیں:

نظم : نظماً و نظاماء اللؤلؤ ونحوه: موتی پرونا، آراستہ کرنا، موزوں کرنا؛ الشیخ الی الشقی : ترتیب دینا، کسی چیز کو کسی چیز سے جوڑنا؛ نظم اللُّولُو الشَّعْرُ: بمعنی نظم: تَنَظمَ : وَ انْتَظَمِ وَتَنَاظم اللؤلو ونحوہ : موتی کا پرودیا جانا، ترتیب وار ہونا، درست ہونا؛ تناظمت الصخور: پتھر کی چٹانوں کا ایک ساتھ ملا ہوا ہونا۔ [3]

قاضی زین العابدین اس حوالے سے لکھتے ہیں: نظام... موتیوں کی لڑی۔ وہ چیز جس کی وجہ سے کوئی کام قائم اور موجود ہو؛ طریقہ: قاعدہ، اصول، عادت، شعر، تہ بہ تہ؛ نظم۔ شعر۔ موتیوں کی لڑی؛ نظم... موتیوں کو ڈوری میں پرونا، نظم لکھنا، انتظام کرنا، ترتیب دینا، ہر چیز کو اس کی جگہ پر رکھنا۔ استوار کرنا، سنوارنا۔[4]

علامہ وحید الزمان قاسمی (م ۱۴۱۰ھ) اس حوالے سے رقمطراز ہیں کہ:

1. نَظَمُ الأَشْيَاء .. نظماً: باہم ملانا، ترتیب دینا، مسلک کرنا، اللولو ونحوہ.. موتی وغیر دو لڑی میں پرونا۔
2. نَظَمَ الأَشْيَاء۔ مرتب کرنا، ترتیب اور سلیقہ کے ساتھ رکھنا، انتظام کرنا۔
3. انْتَظَمَ الشیئ جڑنا، ملنا، مرتب ہونا، پرویا جانا، ترتیب وسلیقہ سے لگنا، نظمة فانتظم۔[5]

نظم کا مفہوم ہے پرونا، جوڑنا ملا ہوا ہونا، ہم آہنگ ہونا، باہم قریب ہونا اور عدم نظم کا معنی اس کا الٹ ہو گا یعنی بکھرا ہوا ہونا، ٹوٹا ہوا ہونا اور غیر مرتب ہونا وغیرہ ظاہر ہے کہ کوئی آدمی بدنظمی یا بے نظمی کو پسند نہیں کرتا ہر آدمی یہی چاہتا ہے کہ ہر چی میں ترتیب، ربط، ہم آہنگی، سلیقہ، قرینہ، قربت اور جوڑ ہو۔

مناسبت کا مفہوم

لغت میں مناسبت ہم شکل ہونا، باہمی قرابت ہونا، مزاج یا عادات و غیرہ میں موافقت و ملائمت ہونا۔ علامہ فیروز آبادی (م ۸۱۷) اس مفہوم کے حوالے سے لکھتے ہیں: (المناسبة المشاكلة)[6] مناسبت سے مراد باہم شکل ہوتا ہے۔

ڈاکٹر ابراہیم انیس بیان کرتے ہیں۔

ناسب فلانا ، شارك فی نسبه وشاكله يقاله بينهما مناسبة ويقاله ناسب الامر والشتی، فلانا ، لاءمه وو افق مزاجه "[7]

فلاں کے ساتھ مناسبت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ اس کے نسب میں شریک ہے اس کا ہم شکل ہے اور کہا جاتا ان دونوں میں مناسبت ہے اور کہا جاتا ہے فلاں کام یا فلاں چیز سے مناسبت رکھتا ہے۔ اس سے ملائمت ہے اس کا مزاج اس کے موافق ہے۔

خلیل بن احمد الفراہیدی (م ۱۷۵ھ) اس حوالے سے رقمطراز ہیں:

" النسب في القر ابات فلان نسيبي وهولاء انسابی" [8]

تعلق داروں میں نسب کا استعمال اس طرح ہے کہ فلاں میرا ہم نسب ہے فلاں میرے نسب سے متعلق ہے۔

علامہ زرکشی مناسبت کے مفہوم کو اس انداز میں بیان کرتے ہیں:

" المناسبة في اللغة المقاربة وفلان يناسب فلان يقارب منه ويشاكله ومنه النسيب هو القريب المتصل كالاخوين و ابن العم ونحوه، وان كان متناسبين بمعنى رابط بينهما وهو القر ابة "[9]

لغت میں مناسبت باہم قرابت ہے اور کہا جاتا ہے کہ فلاں فلاں سے مناسبت رکھتا ہے، یعنی اس کے قریب ہے اور اس کا ہم شکل ہے اور اسی سے نسیب ہے اور وہ قریبی رشتہ دار جیسے بھائی، چچازاد وغیرہ ہے وہ دونوں متناسب ہیں اس کا مطلب ہے کہ ان کے درمیان رابطہ اور تعلق ہے۔ نظم مناسبت میں نسبت عام خاص مطلق کی ہے۔ مناسبت عام مطلق اور نظام خاص مطلق ہے یعنی جہاں نظام ہو گا وہاں مناسبت ضرور ہو گی اور جہاں مناسبت ہو وہاں نظام ضروری نہیں۔

ربط کا مفہوم:

ربط لغت میں مضبوط تعلق کے معنی میں مستعمل ہے۔ علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری (م ۳۹۳ھ) اس حوالے سے لکھتے ہیں:

" ربطت الشيء، اربطه، اربطه ایضاً عن الاخفش ."[10] کسی چیز کو باندھ دینا یا پرو دینا جوڑ دیا اور اخفش کے نزدیک بھی یہی معنی ہے۔

علامہ ابن منظور الافریقی (م ۷۱۱ھ) اور محمد بن یعقوب فیروز آبادی (م ۸۱۷ھ ([11])اس سلسلے میں بیان کرتے ہیں: ربط الشي یربطه ویرابطه ربنه فهو مربوط "[12] کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ مضبوط طریق پر باندھ دینے کا نام ربط ہے۔

ڈاکٹر ابراہیم انیس لکھتے ہیں:"الربط : العلاقة الواصلة بين الشيئين"[13] ربط ایک تعلق ہے جو دو چیزوں کو ملاتا ہے۔

تمام ائمہ لغت کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ مضبوط طریق پر باندھ دینے کے لیے لفظ رابط بیان کرتے ہیں۔

نسق کا مفہوم

کسی چیز کا ترتیب و تنظیم میں ہونا، ایک قطار میں ہونا اور کلام کا خوبصورت ترتیب سے ہونا نسق کہلاتا ہے۔

خلیل احمد الفراہیدی (م ۱۷۵ھ) اس ضمن میں رقمطراز ہیں:

"نسق: ما كان على نظام واحد عام في الاشياء "[14]

کسی چیز کا بالترتیب ایک تنظیم میں ہونا اور یہ لفظ تمام چیزوں میں عام استعمال ہوتا ہے۔

ابن منظور اس حوالے سے بیان کرتے ہیں:

" النسق من كل شيء ما كان على طريقة نظام واحدعام في الاشياء . "[15]

جو چیز ایک نظام اور طریقے پر ہو وہ اس چیز کا نسق کہلاتا ہے۔

مذکورہ بالا تعریفوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کی علم نظم وہ علم ہے جو قرآن حکیم کی آیات اور سورتوں کی ترتیب میں نظم اور ان میں باہمی ربط و تعلق کی نوعیت اور حکمت سے بحث کرتا ہے۔ مذکورہ الفاظ کی تشریح سے یہی واضح ہوتا ہے کہ یہ مترادف الفاظ ہیں کہ کسی کا معنی جوڑنا ہے اور کسی کا معنی ملانا اور موافق کرنا ہے اور کسی کا معنی قربت اور ہم آہنگی ہے۔ مفسرین نے اپنی تفاسیر کے نام ان الفاظ پر رکھے اور ادیبوں نے اپنی کتب میں یہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔ تاہم ان تمام سے مراد نظم قرآن ہی ہے۔ اور ان تمام ادباء اور مفسرین کا مقصد محض یہ ثابت کرنا ہے کہ قرآن کریم کی تمام سورتیں اور آیات باہم منظوم و مربوط ہیں۔ اور قرآن کریم کی ہر آیت اپنے مقام پر پوری طرح موضوع ہے اور اپنی اسی تنظیم کے لحاظ سے اس بات کا مظہر ہے کہ "ما هذا كلام البشر "

نظم قرآن کا مفہوم

نظم قرآن سے مراد ہے کہ قرآن مجید ایک مربوط اور منظم کلام ہے۔ آیات قرآنیہ اور ان کے مضامین آپس میں ایک لڑی کی طرح منسلک اور جڑی ہوئی ہیں۔

علامہ ابن قیم نظم م قرآنی کو یوں واضح کرتے ہیں کہ "کلام کا حسن یہ ہے کہ خواہ کوئی شعر ہو، خط ہو یا خطبہ، ان کے کلمات ابتداء سے انتہا تک ایک دوسرے سے مربوط ہوتے ہیں۔ اس لیے کہا گیا ہے کہ بہترین کلام وہ ہے جس کے اجزاء باہم مربوط ہوں قرآن کریم کی تمام آیات کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے"۔[16]

فلسفہ نظم قرآن کے ترجمان اور شارح مولانا حمید الدین فراہی نظم قرآن کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

> نظم سے ہماری مراد یہ ہے کہ پوری سورت ایک مکمل وحدت کی صورت میں ظاہر ہو۔۔۔اس نقطہء نظر سے دیکھا جائے تو پورا قرآن ایک وحدت نظر آئے گا جس کے جملہ اجزاء میں شروع سے آخر تک ایک خاص طرح کی مناسبت اور ترتیب پائی جاتی ہے"۔[17]

مفسرین کرام نے نظم قرآن کے لیے اس کے چند مترادفات جیسا کہ ربط، تناسق، توافق، اور تناسب جیسے الفاظ بھی استعمال کیے ہیں۔

ربط و نظم قرآنی پر مفسرین کی تحقیقات اور تفسیری کاوشیں

ربط و نظم قرآنی پر متقدمین، متاخرین اور عصر حاضر کے مفسرین نے خاطر خواہ کام کیا اور اس موضوع پر مستقل کتب لکھنے کے ساتھ ساتھ اس انداز کی تفاسیر بھی لکھیں۔ ذیل میں ان تحقیقات اور کاوشوں کا ایک سرسری جائزہ لیا جاتا ہے۔

الف-متقدمین کا کام

متقدمین میں ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ (م ۲۵۵ھ) نے سب سے پہلے " نظم القرآن "کتاب لکھی۔ جو کہ اس موضوع پر لکھی جانے والی پہلی کتاب تھی۔ ان کے بعد شیخ ابو بکر نیشاپوری (۳۲۶ھ)، قاضی عبد الجبار اسد آبادی (م ۴۱۵ھ)، عبد القادر الجرجانی (م ۴۷۱ھ) نے نظم پر قلم اٹھایا اور اسے ایک باقاعدہ فن کی شکل دی۔

علم نظم و مناسبت کے فوائد و الطائف اور حکمتوں کے پیش نظر آغازی سے علماء اور مفسرین کا ایک گروہ اس کی اہمیت و افادیت کا قائل رہا ہے۔ انہوں نے اپنی تحریروں میں اس علم کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے اور اپنی صلاحیت اور ہمت کے حساب سے معانی قرآن کے فہم وادراک میں اس کا انطباق بھی کیا ہے۔

دور اول میں قرآن میں نظم و مناسبت کے موضوع پر جو کتابیں تحریر کی گئیں اور قرآن کے معجزانہ ادب و بلاغت پر جو نظریات اور افکار پروان چڑھے ان پر علماء ادب و بلاغت کے اثرات نمایاں رہے۔ اس دور میں قرآن کا اعجاز اس کے اندرونی دروبست. فواصل قوانی کے نظام، استعارات و تشبیہات کے استعمال اور کنایاتی طرز تعبیر میں زیادہ نمایاں کیا گیا۔ نظم اور ربط و مناسبت کی تلاش وجستجو اور اس کے ذریعہ قرآن کے اعجاز کو نمایاں کرنے کی مبارک سعی زور وشور سے ہوئی۔ قرآنی نظم و مناسبت کے ادبی اور بلاغتی پہلوؤں پر جن ادیبوں اور علماء نے اپنی تحریریں چھوڑی ہیں ان میں علامہ ابن قتیبہ

دینوری (۲۱۳-۲۷٦ ھ-: ابوالحسن علی بن عیسی زمانی (۲۹۷-۳۸۳ھ-) قاضی عبد الجبار اسد آبادی (۳۵۹-٤١٥ ھ-) امام محمد بن محمد خطابی (۳۱۹-۳۸۸ھ اور علامہ محمد بن طیبب ابن جعفر باقلانی ۳۳۸۱-۴۰۳ ھ) کے افکار بڑے اہم اور لائق تجزیہ ہیں۔

ابن قتیبہ کا نظریہ نظم

علامہ ابوعبد اللہ محمد بن مسلم دینوری جو ابن قتیبہ کے نام سے اسلامی تاریخ میں مشہور ہیں، تیسری صدی ہجری کے وہ عالم ہیں جنہوں نے اس پہلو پر لائق تحسین بحث کی ہے۔ ۲۱۳ھ-۸۲۷ء میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور کچھ مدت اقلیم جبل میں دینور کے قاضی رہے۔ بعد میں بغداد میں درس و تدریس کی خدمت انجام دیتے رہے اور وہیں رجب ۲۷٦ نومبر م۸۸۹ء میں فوت ہوئے۔

قرآنی بلاغت: نظم کی کلید

ابن قتیبہ اس امر سے متفق نظر آتے ہیں کہ قرآن کی بلاغت اور اس کے اعجاز کا راز اس کے نظم اور ربط و ترکیب میں پوشیدہ ہے۔ اور قرآن کی یہ تالیف و ترتیب اس قدر حکیمانہ ہے کہ ذرا سے الفاظ کے ہیر پھیر سے معنی بدل جاتے ہیں۔ اسی لئے قرآنی ادب کو کسی دوسری زبان میں بعینہ نقل کرنا ناممکن ہے ان کے یہ خیالات تاویل مشکل القرآن میں عملی جامہ پہنے نظر آتے ہیں جہاں نظم کی فکر کو بلاغت کے حسن و جمال سے نکھارتے ہوئے قرآن کے اعجاز کو بڑی کامیابی سے نمایاں کرتے ہیں۔ لیکن یہ بلاغت صرف ترکیب اور تالیف میں منحصر نہیں ہے بلکہ مخالفین و معاندین کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے بلاغتی بحث کو کافی مواد فراہم کر دیا ہے اور اپنے ذوق اور خاص دلچسپی کی وجہ سے پہلی بار بہت سے قیمتی نکات اٹھائے ہیں۔ جس آیت میں انھیں کوئی شبہ وارد ہوتا نظر آیا یا جس عبارت میں کوئی ژولیدگی کسی کو محسوس ہو سکتی تھی اسے امثال و نظائر سے پوری طرح واضح کر دیا ہے اور یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ یہ نظم فن ادب سے نامانوس نہیں ہے اور بیان و معانی کی بحثوں سے دلچسپی رکھنے والوں کیلئے اجنبی نہیں ہے۔ [18]

ابوالحسن علی بن عیسی زمانی (۳۸۲-۲۹۷ھ) کے نظریات

تحریک اعتزال کے عقائد سیاسی مسالک اور مختلف فیہ افکار و رجانات سے قطع نظر اس تحریک کے علماء کا علوم اسلامیہ میں جو عطیہ رہا ہے وہ تحسین کی نظروں سے دیکھا گیا ہے۔ ان پر تنقید بھی کی گئی ہے اور ان کے سیاق و سباق پر مختلف قسم کے سوالات اٹھائے گئے ہیں لیکن بحیثیت مجموعی اسلامی علوم و فنون کی خدمت میں ان کا کارنامہ نمایاں ہے۔ ان کے پانچ بنیادی اصولوں، توحید (۱) عدل (۳) وعد و وحید ۱۳۱۰ منزلہ بین المنزلتین اور امر بالمعروف اور نھی عن المنکر پر تفصیلی بحث علمائے

سنت کر چکے ہیں لیکن اعجاز القرآن، نظم کلام اور اسلوب الٰہی پر ان کا زبردست کام ہے جو تعریف و تنقید کے معیاروں پر پرکھا اور جانچا گیا ہے۔[19]

قاضی عبد الجبار اسد آبادی کے نظریات

قاضی عبد الجبار اسد آبادی (۳۵۹-۲۱۵ھ) ایک عالم فقہ، ماہر اصولیات، متکلم مفسر اور متعدد علوم کے آشنا تھے فروعیات میں امام شافعی کے پیرو اور اصول و مبادی میں معتزلی تھے۔ بغداد آئے، حدیث کا درس دیا اور ری میں قضا کے منصب پر فائز ہوئے تصنیفی کارناموں میں تفسیر قرآن - دو جلدوں میں دلائل النبوۃ، طبقات المعتزلہ تنزیہ القرآن عن المطاعن اور امال فی الحدیث مشہور ہیں - المغنی فی ابواب التوحید والعدل متعدد جلدوں میں طبع ہوئی جس کی سولہویں جلد اعجاز القرآن کیلئے خاص ہے۔ اس میں مصنف نے اعجازی مباحث, رسول کی نبوت اور قرآن کی اس پر دلالت وغیرہ پہلوؤں پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔

نظم قرآن قاضی اسد آبادی کی نظر میں:

قاضی اسد آبادی نے نظم قرآن کے ان پہلوؤں پر بھی کام کیا جو دوسرے اشعری و معتزلی ادباء کی درک سے رہ گئے تھے۔ اس نے نظم کو باقاعدہ فن کی شکل عطا کی۔ کھل کر لکھا کہ مفرد کلام میں فصاحت کا کمال عیاں نہیں ہوتا بلکہ جب انہیں ایک مخصوص طریقے سے باہم منسلک و مربوط کر دیا جاتا ہے تو وہ ادب لافانی بن جاتا ہے۔ ہر کلمہ کیلئے ایک مخصوص صفت اور متعین مقام بھی ہونا چاہیے جہاں سے اسے ہٹا دیا جائے تو شیرازہ معانی منتشر ہو جائے۔

علم نظم کی پہلی بنیادیں

قاضی عبد الجبار اسد آبادی اپنے اس خاص فکر میں نظم معانی کی وہ خشت اولیں رکھ دیتے ہیں جس پر عبد القاہر جرجانی نے پوری عمارت تعمیر کی ہے اور اپنی تصنیف دلائل الاعجاز میں نظم کلام پر شرح وبسط سے پہلی بار گفتگو کی ہے لوگ عام طور پر فن نظم کا بانی عبد القاہر جرجانی کو قرار دیتے ہیں لیکن وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ جرجانی سے بہت پہلے اس معتزلی مصنف نے اس فن کی بنیاد رکھ دی تھی۔ یہ صحیح ہے کہ جرجانی نے اس کی واضح تفسیر و تشریح کی اسے خاص صورت عطا کی اس نظریہ کا اصل موجد جرجانی نہیں بلکہ قاضی عبد الجبار ہیں بعد میں قاضی کا یہ نظریہ اتنا مقبول ہوا کہ فصاحت کے لئے نظم و ارتباط جزو لازم بن گیا اور بغیر تناسب و تالیف کے کسی کلام کو فصیح تسلیم نہیں کیا گیا۔[20]

علامہ حمد بن محمد خطابی کے نظریات (۳۱۹-۳۸۸ھ)

فقیہ و محدث امام خطابی نے جو تصانیف چھوڑی ہیں ان میں کتاب معالم السنن، غریب الحدیث، تفسیر اسامی الرب عزوجل، شرح الادعیۃ الماثورۃ، شرح البخاري کا تذکرہ ملتا ہے۔ اساتذہ میں اسماعیل صفار، ابو عمر زاہد، ابو العباس اصم احمد بن سلیمان

نجار، ابو عمر سماک، مکرم قاضی اور جعفر خلدی کا نام آتا ہے لیکن البیان فی اعجاز القرآن میں خطابی نے جو خیالات پیش کئے ہیں وہ اس موضوع پر قابل قدر اضافہ ہیں۔

نظم قرآن کی اہمیت اور علامہ خطابی

اس کتاب میں فاضل مصنف نے کلام کے تین طبقات بنائے ہیں اور قرآنی بلاغت کو ان میں سے ہر ایک پر مشتمل قرار دیا ہے۔ خطابی کے نزدیک قرآن کے معجزہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا نظم عمدہ الفاظ فصیح اور معانی حسین ہیں۔ اس نے توحید کی تعلیم دی۔ شرک سے اجتناب کی تلقین کی۔ اطاعت الٰہی پر ابھارا۔ حلال و حرام اور جائز و ناجائز کے ضابطے بتائے۔ وعظ و تبلیغ اور امر بالمعروف و نھی عن المنکر کے اصول واضح کئے اور ان ساری تعلیمات کو نظم کی لڑی میں اس طرح منسلک کر دیا کہ ذرا سا دھاگہ ٹوٹا اور سارے موتی منتشر ہو گئے۔ قرآنی بلاغت ادب کے تمام اسالیب کی جامع ہے جس کی نظیر انسانی وجود پیش نہیں کر سکتا۔ الفاظ کو اس طرح مربوط بنا دیا گیا ہے کہ اگر انہیں اسکے مخصوص مقام سے ہٹا کر کہیں اور رکھ دیا جائے تو مفہوم بگڑ جائے یا وہ چاشنی اور رونق باقی نہ رہے جو قرآن میں موجود ہے۔[21]

علامہ باقلانی کے نظریات

علامہ محمد بن طیب بن جعفر باقلانی 338 تا 403ھ۔) اصولی بصری، امامت و سکونت کی وجہ سے بغدادی، ابو بکر بن مالک قطیعی، ابو محمد بن ماسی اور ابو احمد حسین بن علی نیشاپوری سے حدیث سنی۔ اکثر سیرت نگاروں کے نزدیک وہ مالکی مسلک رکھتے تھے لیکن امام ابن کثیر نے ایک جگہ ان کو شافعی المذہب اور دوسری جگہ حنبلی المذہب لکھا ہے۔ بڑے متبحر عالم، اشاعرہ میں نمایاں اور ممتاز شخصیت کے حامل تھے۔ ان کی تصنیفات میں التمہید في الرد على الملحدة المعطلة والرافضة والخوارج والمعتزله ، الانصاف في اسباب الخلاف . كتاب البيان من الفرق بين المعجزات والكرامات ، كتاب الاصول الكبير في الفقه وغیرہ شامل ہیں۔

باقلانی کا نظریہ نظم

واقعہ یہ ہے کہ باقلانی کو ایک ایسے پل کا مقام حاصل ہے جس پر سے بلاغت قرآن کے مصنفین اور ادباء مسھم منتشر انفرادی خیالات سے گزر کر پختہ، سلیم اور مستحکم افکار تک پہونچے ہیں جہاں تنظیم وارتباط، قرآنی ادب کے نظم و مناسبت پر علمی اسلوب اور واضح شاہراہ موجود ہے۔ باقلانی کا یہ ممتاز انفرادی کارنامہ ایسا ہے جس پر بجا طور پر اسے ایک مدرسہ کا نام دیا جا سکتا ہے جہاں سے علمائے بلاغت کی کھیپ فارغ ہوئی اور قرآنی ادب کے مصنفین جوق درجوق فارغ التحصیل ہوئے۔[22]

علامہ عبد القاہر جرجانی

عبد القاھر ابو بکر بن عبد الرحمن بن محمد الجرجانی کی تاریخ پیدائش یقینی طور سے طے نہیں ہو سکی لیکن وفات 471ھ میں ہوئی اور عمر لگ بھگ ستر برس تھی اس لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ پانچویں صدی ہجری کے بالکل آغاز میں آپ کی ولادت ہوئی۔[23] علامہ جرجانی اس نقطہ نظر سے متفق نظر آتے ہیں کہ الفاظ کتنے ہی حسین پر شکوہ ہوں اگر انہیں ان کے صحیح مقام پر نہ رکھا جائے اور نظم و ربط کے اصولوں کو ملحوظ نہ رکھا جائے تو وہ بلاغت و فصاحت پیدا نہیں کر سکتے۔ انہوں نے یہ بات کلام عرب کو سامنے رکھتے ہوئے کی جن میں شاعری بھی شامل ہے۔[24]

ب۔ متاخرین کی کاوشیں

متاخرین مفسرین میں سے کچھ نے تو اپنی تفاسیر میں نظم و ربط کا معمولی لحاظ ہی رکھا جبکہ بعض نے اسے خاص اہمیت دے کر اس الوب پر تفاسیر لکھیں۔ چنانچہ علامہ جار اللہ زمخشری (م ۵۳۷ھ) نے تفسیر کشاف، امام فخر الدین رازی (م ۶۰۶ھ) نے تفسیر مفاتیح الغیب، محی الدین ابن العربی (۲۳۸ھ) نے تفسیر القرآن الکریم میں نظم و ربط کو کافی حد تک ملحوظ رکھا۔ اس دور میں جن علماء نے ربط و نظم با قاعدہ کتب لکھیں یا اپنی کتب میں ربط پر لکھا ان میں ابن الزبیر الثقفی (م ۷۰۸ھ) نے البرہان فی مناسبہ ترتیب سور القرآن لکھی۔[25]

امام بدر الدین محمد بن عبد اللہ الزرکشی (م ۷۹۴ھ) نے البرہان فی علوم القرآن میں معرفۃ المناسبات بین الآیات کے عنوان سے ربط پر تفصیلا لکھا۔[26] علامہ جلال الدین السیوطی (م ۹۱۱ھ) نے الاتقان فی علوم القرآن میں آیات و سور کی مناسبت اور ربط کے حوالے سے پورا باب النوع الثاني والستون قائم کیا۔[27] جبکہ آپ ہی نے ایک علیحدہ کتاب " تناسق في الدرر في تناسب السور " کے نام سے بھی لکھی۔ ربط و نظم پر با قاعدہ لکھی جانے والی تفسیر میں علامہ مخدوم مہائمی (۸۲۵ھ) کی تفسیر تبصیر الرحمن وتیسیر المنان " قابل ذکر ہے۔ اس میں ربط و نظم کا نہ صرف التزام کیا بلکہ ربط و نظم کی اہمیت پر بھی بہت کچھ لکھا۔[28] اسی طرح امام برہان الدین البقاعی (م ۸۸۵ھ) کی با قاعدہ مربوط تفسیر " نظم الدرر في تناسب الآیات و السور " کے نام سے لکھی گئی جو کہ نظم قرآن کے حوالے سے بہت معروف ہے۔ اس میں مفسر نے ربط و نظم کی خوب ترجمانی بھی کی ہے۔[29] ان میں سے چند ایک پر تفصیلات مندرجہ ذیل ہیں؛

امام محمد بن عمر فخر الدین رازی

امام محمد بن عمر فخر الدین رازی (544-606ھ) نے نہ صرف اس علم کی اہمیت تسلیم کی ہے بلکہ اپنی تفسیر مفاتیح الغیب معروف بہ تفسیر کبیر میں جستہ جستہ اس کو منطبق بھی کیا ہے مثال کے طور پر قرآن کہتا ہے۔ (اگر ہم اس کو عجمی قرآن بنا کر بھیجتے تو یہ لوگ کہتے۔ کیوں نہ اس کی آیات کھول کر بیان کی گئی ہیں۔ کیا ہی عجیب بات ہے کہ کلام عجمی ہے اور مخاطب عربی

"ان سے کہو یہ قرآن ایمان لانے والوں کیلئے تو ہدایت اور شفا ہے، مگر جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کیلئے یہ کانوں کی ڈاٹ اور آنکھوں کی پٹی ہے۔ ان کا حال تو ایسا ہے جیسے انہیں دور سے پکارا جارہا ہو)

اس آیت کا نظم بیان کرتے ہوئے امام رازی کہتے ہیں.

"اس آیت کا شان نزول لوگوں نے بتایا ہے کہ کفار کا مطالبہ تھا کہ قرآن کسی عجمی زبان میں کیوں نہیں نازل کیا گیا۔ اس سوال کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ میرے نزدیک اس طرح کی باتیں کرنا قرآن پر بڑا ظلم کرنا ہے کیونکہ اس شان نزول کو تسلیم کرنے کا تقاضا ہو گا کہ آیات میں باہم کوئی ربط اور تعلق نہ ہو اور اس سے قرآن پر بڑا بہتان باندھنا لازم آئے گا۔ اس طرح کے الزام اور طعن کو کیونکر گوارا کیا جاسکتا ہے جبکہ قرآن کا دعوی ہے کہ وہ ایک منظم اور مربوط کتاب ہے بلکہ وہ تو اپنے کو معجزہ کہتا ہے۔ میرے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ سورہ آغاز سے اختتام تک ایک ہی کلام ہے کیونکہ ابتدا ہی میں اللہ نے کفار کا یہ قول نقل کیا ہے. (کہتے ہیں جس چیز کی طرف تو ہمیں بلا رہا ہے اس کیلئے ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں اور ہمارے کان بہرے ہو گئے ہیں اور ہمارے اور تیرے درمیان ایک حجاب حائل ہو گیا ہے)

زیر بحث آیت بھی اسی سے متعلق اور اس کا جواب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ہم نے اس قرآن کو عجمی زبان میں نازل کیا ہوتا تو انہیں یہ اعتراض کرنے کا موقع مل جاتا کہ خدایا تو نے عربیوں پر عجمی کلام اتارا ہے۔ ان کا یہ اشکال درست ہوتا کہ اس کلام سے ہمارے کان بوجھل ہیں اور ہمارے دلوں کے دروازے اس دعوت کیلئے بند ہیں کیونکہ ہم اسے سمجھ نہیں سکتے اور اس کے معنی کا ادراک نہیں کر سکتے۔ لیکن اب جبکہ ہم نے یہ کتاب عربی میں نازل کی ہے اور عربوں کے الفاظ میں اپنی دعوت پیش کی ہے اور تم لوگ عرب ہو تو اب تم یہ اعتراض نہیں کر سکتے کہ تمہارے دلوں پر اس کتاب کیلئے غلاف چڑھے ہوئے ہیں اور تمہارے کان بوجھل ہیں۔ اس طرح زیر بحث آیت کو اگر ہم کفار کے اس اعتراض کا جواب قرار دے دیں تو سورہ اول سے آخر تک منظم و مربوط ہو جاتی ہے۔ لیکن دوسرے لوگوں نے اس کی جو تاویل کی ہے وہ بڑی عجیب و غریب ہے۔ اس کے بعد قرآن کہتا ہے کہ کتاب ایمان لانے والوں کیلئے ہدایت اور شفا ہے اور ایمان نہ لانے والوں کیلئے کانوں پر ڈاٹ اور آنکھوں پر پٹی ہے "۔ یہ حصہ بھی دراصل کفار کے اس اعتراض کے جواب میں ہے گویا اللہ تعالی یہ کہہ رہا ہے کہ میں نے یہ کتاب کسی اجنبی زبان میں نہیں بلکہ تمہاری اپنی زبان میں نازل کی ہے اس لئے اب تم نہیں کہہ سکتے کہ اس زبان سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں۔ اب یہی بات کہی جاسکتی ہے کہ اللہ نے جس شخص کو بھی میلان الی الحق کی طبیعت راستی و صداقت کو قبول کرنے کا مزاج اور طلب دین کیلئے محنت پر آمادہ کرنے والی ہمت عطا

کی ہے یہ قرآن اس کے حق میں ہدایت اور شفاء ہے۔ ہدایت اس لئے ہے کہ قرآن خیرات و حسنات کیلئے دلیل راہ اور سعادتوں کیلئے مرشد ہے۔ شفاء اس لئے کہا گیا ہے کہ اگر قرآن سے ہدایت طلبی ہو گی تو ہدایت حاصل ہو گی اور یہ ہدایت کفر و جہل کے مرض سے شفا دلائے گی۔ لیکن جو لوگ رسوائی کے سمندر میں غوطہ زن، حرماں نصیبی میں مست اور شیطان کی پیروی میں مصروف ہیں، یہ قرآن ان کے دلوں پر ڈاٹ ان کی آنکھوں پر پٹی اور ان کیلئے حجاب ہو گا اور قرآن سے استفادہ کی راہ میں حائل اس حجاب کی وجہ سے ان کا حال ایسا ہو گا جیسے ان کو دور سے پکارا جا رہا ہو۔۔ ہر وہ شخص جو منصف مزاج ہو گا اور ظلم سے کام نہ لے گا تسلیم کرے گا کہ ہم نے جس انداز سے اس آیت کی تفسیر بیان کی ہے اس سے پوری سورہ اول سے آخر تک ایک منظم و مربوط کلام واحد میں ڈھل گئی ہے اور پوری سورہ ایک ہی مضمون کی حامل نظر آنے لگتی ہے۔[30]

الشیخ الاکبر محی الدین ابن عربی

الشیخ الاکبر محی الدین ابن عربی کا شمار نظریہ وحدۃ الوجود کے بانیوں میں ہوتا ہے۔ آپ نے سلوک و تصوف اور علوم نقلیہ و عقلیہ میں قابل قدر اضافے کئے ہیں۔ قرآن میں نظم و مناسبت کے آپ بھی معترف تھے۔ آپ نے اپنی تصنیف سراج المریدین می نظم قرآن کی اہمیت یوں بیان کی ہے۔

قرآن کی آیتوں کو باہم دگر اس طرح مربوط دکھانا کہ وہ کلمہ واحدہ کی طرح معلوم ہوں: ان کے معانی میں وحدت اور ساخت میں یکسانیت ہو۔ ایک عظیم الشان علم ہے اور سوائے ایک عالم کے جس نے سورہ بقرہ میں اس کو عملی جامہ پہنایا ہے کسی نے اس علم کو ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ اس عالم کے بعد ہم پر اللہ نے دروازہ کھولا۔ مگر جب ہم نے دیکھا کہ اس علم کے حاملین نہیں رہے اور خلق خدا اس علم کے حصول میں دون ہمتی اور کاہلی کی شکار ہے تو ہم نے اسی پر بس کیا اور اسے اپنے اور خدا کے درمیان محدود چھوڑ دیا اور اس علم کو اسی طرف لوٹا دیا"[31]

شیخ ولی الدین ملوی

شیخ ولی الدین ملوی کے بارے میں صاحب الاتقان کا بیان ہے کہ انہوں نے کہا کہ اس شخص کو غلط فہمی ہو گئی ہے جس نے قرآن کے سلسلہ میں یہ دعوی کیا ہے کہ آیات کریمہ متفرق واقعات و حالات کے لحاظ سے نازل ہوئی ہیں اس لئے ان میں مناسبت تلاش کرنا مطلوب نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں قطعی بات یہ ہے کہ آیات کا نزول حالات کے لحاظ سے ہوا ہے مگر ان کی ترتیب و تنظیم میں غایت درجہ کی حکمت ملحوظ رکھی گئی ہے۔ مصحف لوح. محفوظ کے مطابق بالکل مرتب شکل میں ہے اس کی تمام سورتوں اور آیتوں کی تریب توقیفی ہے جیسا کہ بیت العزہ سے ان کا نزول ہوا تھا۔ اس کا نمایاں اعجاز اس کا اسلوب اور بے مثال نظم ہے۔ اس کی ہر آیت میں یہ سراغ لگانا چاہیئے کہ یہ آیت اپنے ماقبل کی آیت کا تکملہ ہے یا مستقل

بالذات آیت ہے۔ اگر مستقل بالذات آیت ہے تو ما قبل کی آیت سے اس کا کیا رابطہ ہے۔ یہ ایک گہرا علم ہے۔ اسی طرح سورتوں میں مطلوب یہ ہے کہ ما قبل کی سورت سے اس کا رابطہ تلاش کیا جائے اور یہ کہ سورہ کی غرض اور اس کا سیاق کیا ہے۔ ان چند علماء کے اقوال و بیانات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابتداء ہی سے متقدمین مفسرین اور اہل علم کا ایک گروہ ایسا رہا ہے جس نے علم نظام اور مناسبت پر توجہ دی ہے اور اس کی اہمیت اور فوائد پر روشنی ڈالی ہے۔[32]

متقدمین میں ایسے لوگ بھی گزرے جنہوں نے نظم قرآن کو ادبی تناظر میں دیکھا اور اسی پس منظر میں مطالعات کیے۔ جن میں ابن قتیبہ، ابوالحسن علی بن عیسی رمانی، قاضی عبد الجبار اسد آبادی، علامہ حمد بن محمد خطابی، علامہ باقلانی وغیرہ کے نام آتے ہیں۔[33]

معاصر مفسرین کی ربط و نظم پر کی گئی کاوشیں

بر صغیر کے علماء نے جس طرح تفسیر کے دیگر اسالیب پر خاطر خواہ کام کیا اسی طرح ربط و نظم پر بھی ان کا کام انتہائی قابل ذکر ہے۔ جن علماء بر صغیر نے اپنی کتب اور تفاسیر میں نظم و ربط کا التزام کیا ان میں سے چند ایک کا ذیل میں مختصر اتذکرہ کیا جاتا ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی (۱۳۶۲ھ) نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں ربط آیات پر خاص توجہ دی ہے۔ نیز دو رسائل "سبیل النجاح" اور "سبق الغایات فی نسق الآیات" اسی موضوع پر تحریر کیے۔ مولانا حمید الدین فراہی (۱۳۴۹ھ) تفسیر میں نظم و ربط کے بیان میں اپنے معاصرین میں منفرد مقام رکھتے ہیں۔ آپ نے اس موضوع کی خصوصیت سے بیان فرمایا اور ایک مربوط تفسیر "نظام القرآن" کے نام سے تحریر کی اس کے علاوہ "دلائل النظام" اور "اسالیب القرآن" کے نام سے کتب بھی تحریر کیں۔[34]

مولانا امین احسن اصلاحی (م ۱۹۹۷ء) مولانا فراہی کے شاگرد اور ان کی فکر کے امین تھے۔ انھوں نے فراہی کے مطابق ربط قرآن پر ایک تفسیر "تدبر قرآن" تحریر کی جو کہ ربط و نظم میں ایک عمدہ تفسیر سمجھی جاتی ہے۔ اس میں انہوں نے ربط و نظم کی ہمیت کو بھی بالتفصیل واضح کیا۔[35] ان کے علاوہ مولانا عبید اللہ سندھی، مولانا مفتی محمد شفیع اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے بھی اپنی اپنی تفاسیر کو ربط و نظم کی کاوشوں سے مزین کیا۔

مولانا حسین علی الوانی (۱۳۶۲ھ) وہ مفسر ہیں جنہوں نے علماء بر صغیر میں سے ربط و نظم قرآن پر آیت بایت اور سورۃ بسورۃ ربط پر بہت وسعت اور تفصیل سے کام کیا۔ آپ کے افادات کا مجموعہ "بلغۃ الحیران فی ربط آیات القرآن" ہے جو کہ آپ کے شاگردان رشید ان مولانا غلام اللہ خان اور مولانا سید نذر حسین نے تفسیر کے سبق کے دوران قلم بند کر کے طبع کرایا۔[36]

اس کے علاوہ اس موضوع پر آپ کا ایک اور مختصر تفسیری رسالہ بعنوان "تفسیر بے نظیر" بھی مولانا حسین علی کی حیات میں دوبار طبع ہوا اور تیسری مرتبہ مولانا غلام اللہ خان نے نے اس تفسیر کو "التبیان فی تفسیر القرآن" کے نام سے شائع کیا۔
ربط و نظم کا یہ تفسیری کام آپ کے اکثر شاگردوں نے جاری رکھا اور ربط و نظم کے موضوع پر کثیر مستقل کتب لکھنے کے ساتھ ساتھ کئی مربوط تفاسیر بھی تحریر کیں۔

شاہ ولی اللہ اور علم نظم قرآن

ان مفسرین کرام کے بعد ہماری نظر بر صغیر پاک و ہند کے عظیم محقق امام الھند حضرت شاہ ولی اللہ پر رکتی ہے جنھوں نے مناسبات اور نظم قرآن پر اصولی بحث اپنی نادر الوجود تصنیف الفوز الکبیر فی اصول التفسیر میں پیش کی ہے اور مناسبات کے سلسلہ میں آپ کا موقف ابن العربی اور امام فخر الدین رازی سے مختلف ہے چنانچہ آپ فرماتے ھیں کہ قرآن مجید جس دور میں نازل ہوا اسی دور کی تصنیفی نکتہ سنجیوں اور تالیفی نزاکتوں کی رعایت اس میں کی گئی ہے، قرآن مجید میں ادباء متاخرین کے ادبی رجحانات اور تصنیفی قیود و شرائط کی تلاش بے سود ہے کسی کتاب کے ایک لفظ کا دوسرے لفظ سے اور ایک جملہ کا دوسرے جملہ سے ایک باب کا دوسرے باب سے ظاھری ربط اور کھلی ھوئی مناسبات کا پایا جانا عھد جاھلی یا قدیم عرب کے یہاں بلاغت کا جزو اعظم نہیں سمجھا جاتا تھا یہ شرطیں اور کتاب میں ادب کی یہ قدریں ادباء متاخرین کی پیدا کردہ ہیں۔ قرآن کے مخاطب اول عرب قدیم ھیں، انداز بیان میں ان کی رعایت کی گئی ہے، اس لئے آیات قرآنی میں ھر جگہ ظاھری ربط اور کھلی ھوئی مناسبت کا پایا جانا ضروری نہیں ہے۔ پھر آپ یہ سوال قائم کرتے ھیں کہ اگر پوچھا جائی کہ قرآن مجید میں ان مطالب و مفہوم کو بیان کرتے ھوئے ربط و ترتیب کا پورا پورا لحاظ کیوں نہ کیا گیا، اس کے جواب میں آپ فرماتے ھیں کہ اگرچہ خداوند تعالی کی قدرت کاملہ سے یہ کوئی بعید بات نہ تھی لیکن موجودہ اسلوب کے مطابق قرآن کو مرتب و مربوط نہ پیش کرنے میں ایک حکمت ہے اور وہ یہ کہ اسلوب بیان ادب و زبان میں ان کی رعایت مطلوب تھی جو قرآن کے مخاطب اول تھر (۲۳) پھر آگے چل کر شاہ صاحب اس شبہہ کا بھی ازالہ کرتے ھیں کہ کیا قرآنی تعلیمات کو ایسے اسلوب میں پیش کرنا بہتر نہ ھوتا کہ بعد کے ادوار میں اس کی بلاغت متاثر نہ ھو آپ فرماتے ھیں کہ شریعت کے اسرار و رموز کو جاننے والا اس بات سے واقف ہے کہ انسانوں کی تربیت میں کون کون سی چیزیں بیان کرنی چاہئیں ساتھ ھی علوم پنجگانہ پر بھی اس کی نظر ھو تو یقیناً اسے اعتراف کرنا پڑے گا کہ قرآن میں ان علوم کو پیش کرنے کا جو اسلوب اختیار کیا گیا ہے اس سے بہتر اور معیاری طریقے کا انتخاب ممکن نہ تھا۔ پھر آگے چل کر آپ یہ وضاحت بھی فرماتے ھیں کہ" قرآن کا اسلوب شروع سے آخر تک مکتوب یا پیغام کا سا انداز رکھتا ہے۔[37]

شاہ عبد العزیز اور علم نظم قرآن:

شاہ ولی اللہ کے بعد آپ کے فکر کی ترجمانی آپ کے فرزند شاہ عبد العزیز ۱۲۳۹ھ۔نے کی، اتباع شاہ ولی اللہ میں انھیں نظم اور ارتباط آیات سے خاص نسبت حاصل ہے۔ شام عبد العزیز کی فارسی زبان میں تفسیر فتح العزیز لطائف و ظرائف اور ربط آیات کا اعلی مخزن قرار دیجاتی ہے۔[38]

محمود آلوسی حنفی

اسی صدی میں بغداد کے مشہور عالم محمود آلوسی حنفی ۱۲۷۰ھ۔نے اپنی تفسیر روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني ،مرتب فرمائی جو تیس جلدوں پر مشتمل ہے اور سابقہ تفاسیر کے اہم مباحث کی جامع ہے، نظم وارتباط کو بھی بہترین عبارت میں بیان کرنے پر خاص توجہ دی گئی ہے۔ علامہ نے یہ کوشش فرمائی ہے کہ آیت سے متعلق کوئی علمی گوشہ تشنہ نہ رھم۔

شیخ محمد عبدہ

جدید مصر کی تفسیر سے متعلق تصانیف میں ایک نیا رنگ ابھرا ہے جسے ھم ادبی اور اجتماعی اسلوب کا نام دے سکتے ہیں اس طرز تفسیر کا طرہ امتیاز یہ ہے کہ اس میں پرکشش انداز میں ان مطالب و معانی پر توجہ دی گئی ہے جو قرآن کا اصلی مقصود اور نصب العین ہے پھر عالم انسانیت کے اجتماعی اور عمرانی مسائل پر قرآنی نصوص کا انطباق کیا گیا ہے۔ شیخ محمد عبدہ کو اس تفسیری مکتب فکر کا بانی تسلیم کیا جاتا ہے۔[39] آپ کے تفسیری لیکچروں کو آپ کے شاگرد علامہ رشید رضا قلمبند کرتے تھے اور المنار میں شائع کرتے تھے۔ یہ سلسلہ سورۃ النساء تک ھی پھونچا تھاسہ محرم ۱۳۲۳ھ۔کو آپ نے داعی اجل کو لبیک کہہ دیا۔ شیخ نے نظم قرآن سے متعلق محیر العقول حقائق کا انکشاف فرمایا اور ایسے اصول وضع فرمائے جس سے تفسیری رجحانات میں قابل قدر تبدیلی پیدا ھوئی۔

رشید رضا، محمد مصطفی مراغی

آپ کے منہاج کو آپ کے شاگرد رشید رضا ۱۳۵۴ھ۔اور محمد مصطفی مراغی ۱۳۳۵ھ نے اپنی تفاسیر میں بڑی خوبی سے اپنایا۔ اس فن میں مکتبہ دیوبند کی درج ذیل چار اھم شخصیتوں نے اصولی خدمات انجام دیں ہیں۔

مولانا انور شاہ کشمیری

۱۔ شیخ الحدیث مولانا انور شاہ کشمیری (۱۳۵۴ھ۔) جنھوں نے مناسبات کی بعض دقیق اور مشکل وجوہ کا حل تلاش کیا اور اہم نکات کا اضافہ کیا۔ ابن العربی اور امام رازی کی طرح آپ قرآنی مفردات، ترتیب، ترکیب اور حقائق و مقاصد سب ہی وجوہ سے قرآن. حکیم کے اعجاز کے قائل ھیں۔[40]

اپنے موقف کی تائید میں آپ نے مشکلات القرآن تحریر فرمائی جیسے آپ کے شاگرد مولانا یوسف بنوری نے کچھ اضافہ کے ساتھ یتمیۃ البیان المشکلات القرآن کے عنوان سے ادارہ مجلس علمی کی طرف سے شائع کیا۔

مولانا اشرف علی تھانوی

مولانا اشرف علی تھانوی ۱۳۶۲ ھ۔نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں روابط آیات و سور کو خاص اہمیت سے پیش کیا اور اس خاص موضوع پر آپ نے اردو میں سبیل النجاح، اور عربی میں سبق الغایات في نسق الآیات "کے عنوانات سے دو رسالے تحریر فرمائے اور سورہ فاتحہ سے لیکر سورہ الناس تک الگ الگ فصلوں میں ارتباط آیات پر ماخذ کے حوالوں کے ساتھ نافع اور مختصر گفتگو کی ہے۔[41]

آپ نے حکمت لطائف اور معارف کے اتھاہ سمندر میں غواصی کر کے اس سے بیش بہا موتی حاصل کئے اور دوسروں کو بھی معرفت اور استنباط کا سلیقہ سکھایا۔ آپ کے خلیفہ مفتی محمد شفیع نے معارف القرآن اور مولانا ادریس کاندھلوی نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں آپ ھی کے نہج اور اصولوں کی روشنی میں مناسبات اور روابط کی بحثوں کو آگے بڑھایا اور انوکھی توجیہات اور نکات کا اضافہ فرمایا۔

مولانا عبید اللہ سندھی

حضرت مولانا عبید اللہ سندھی ۱۳۶۵ ھ۔جو حکمت ولی اللہی کے امین تسلیم کئے جاتے ہیں، آپ نے قرآن حکیم میں نظم کے مسئلہ پر چالیس سال تک غور فرمایا آپ فرماتے ھیں کہ میں نے شاہ ولی اللہ کی حکمت کی روشنی میں قرآن مجید کے چند مقاصد معین کئے ہیں پھر ان کے پیش نظر ھر سورت کے ایک خاص مرکزی مضمون کا تعین کیا ہے اور اس طرح سورتوں میں تسلسل قائم کرنے میں کامیاب ہو سکا ھوں۔[42]

مولانا عبید اللہ سندھی کے امالی تفسیر القرآن ھم تک آپکے دو شاگردوں کے ذریعہ پہنچے۔ آپ کے ایک شاگرد عبد اللہ لغاری ہیں جو جزء عم کی تفسیر مسمی المقام المحدود کر جامع ہیں آپ کے دوسرے شاگرد رشید موسی جار اللہ ہیں جنھوں نے آپ کے امالی تفسیر القرآن مرتب کئے ہیں اس کا ایک جزء جو سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ پر مشتمل ہے الھام الرحمن في تفسیر القرآن کے عنوان سے مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی کی تحقیق اور عنایت سے حیدر آباد سے شائع ہوا ہے۔ موسیٰ جار اللہ نے نظم قرآن کے سلسلہ میں ترتیب السورہ الکریمہ في النزول والمصاحف لکھی ہے جو بھوپال بھارت سے شائع ھوئی۔ مولانا عبید اللہ سندھی کے تفسیری کام پر ڈاکٹر منیر احمد مغل نے تحقیقی مقالہ لکھ کر جامعہ سندھ سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ہے۔

مولانا حسین علی الوانی

مولانا حسین علی متوطن واہ بھچراں میانوالی، پنجاب نے چالیس سال سے زائد عرصہ تک تفسیری موضوعات پر غور وفکر فرمایا۔ آپ کے تفسیری امالی آپ کے شاگرد محمد نذر شاہ عباسی اور مولانا غلام اللہ خان نے مرتب کئے۔ ربط آیات وسور پر آپ کو خصوصی امتیاز اور مہارت حاصل ہے اسی موضوع پر آپ کی یادگار تصنیف بلغۃ الحیران فی ربط آیات الفرقان ہے جس میں اول سورہ سے آخر تک علیحدہ علیحدہ ارتباط اور تناسب پر سیر حاصل بحث پیش کئی گئی ہے اور نظم قرآن کی بحث میں ایک قابل قدر اضافہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ کی تفسیر جواہر القرآن جسے آپ کے شاگرد غلام اللہ خان نے مرتب کیا ہے حال ہی میں اس کا ایک جزء شائع ھوا ہے۔

مولانا حسین علی کا تعلق واں بھچراں ضلع میانوالی سے تھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے قریب موضع شادیا" اور بندیال میں مولانا سلطان محمود اور تھل کے موضع تل سریاں" میں دیگر اساتذہ سے حاصل کی۔ بعض کتابیں اپنے والد ماجد حافظ میاں محمد سے پڑھیں۔ درسی کتابوں میں سے "میزان الصرف" سے حمد اللہ تک اپنے علاقہ کے مشہور اساتذہ کرام سے پڑھیں۔ مولانا حسین علی نے سہارن پور میں مولانا محمد ظفر نانوتوی سے 1303ھ میں قرآن کریم کی تفسیر اور ترجمہ پڑھ کر امتحان میں شرکت کرکے پہلی پوزیشن حاصل کی۔ پھر 1304ھ میں کانپور شہر تشریف لے گئے۔، اور تمام درسی کتابیں عقلی اور نقلی مولانا احمد حسن کانپوری سے پڑھیں۔ آپ نے احادیث کی کتب سنن ترمذی، سنن ابو داؤد اور صحیحین مولانا رشید احمد گنگوہی سے پڑھیں۔ اٹھارہ سال کی عمر میں حصول علم کے لیے دوسرے شہروں کا سفر کیا تھا۔ اپنے اسباق کی باریکیاں انتہائی انہماک و ایجاز کے ساتھ اپنے اسباق کے دوران لکھ لیتے، اور ان فٹ نوٹس کو بہت عزیز رکھتے۔ پھر اپنے قصبہ واں بچھراں (ضلع میانوالی) لوٹ آئے اور اپنے استاذ شیخ عثمان بن عبد اللہ کے پیچھے پیچھے مستقل رہنے لگے، ان سے طریقہ دینی حاصل کر کے اجازت حاصل کر لی۔ آپ مولانا مظہر نانوتوی، شاہ محمد اسحاق شاہ کے واسطوں سے عبد العزیز محدث دہلوی کے شاگرد ہیں۔[43]

مضامین قرآن کی ترتیب اور نظم قرآن

مولانا الوانی کے نزدیک قرآن مجید میں اکثر مضامین کا طریقہ ذکر یہ ہے پہلے تمہید ہوتی ہے پھر اصل مضامین یا دعوے ذکر کیے جاتے ہیں۔ پھر لف ونشر مرتب یا غیر مرتب کے طور پر ان مضامین کا اعادہ کیا جاتا ہے۔ یا قصص وواقعات کو ان پر بطور مذکور متفرع کیا جاتا ہے، یا ثمرات ونتائج کو اسی طریق سے بیان کیا جاتا ہے۔ مضامین کا یہ طریقہ بیان سورۃ مائدہ سے لے کر حوامیم سبعہ کے آخر تک برابر چلا گیا ہے۔ اس کے بعد بھی کم وبیش کہیں کہیں یہ طرز بیان پایا جاتا ہے۔19 مولانا الوانی کی ترتیب کے مطابق مضامین قرآن اس طرح مکمل ہوتے ہیں: 1۔ سب سے پہلے تمہید۔ 2۔ اس کے بعد اصل مضمون یا

دعوی۔ 3۔ اس کے بعد لف و نشر مرتب یا غیر مرتب طور پر مضامین مذکورہ کا اعادہ۔ 4۔ یا قصص مذکورہ مضامین پر تنوع کیا جاتا ہے۔ 5۔ یا ثمرات و نتائج کو قصص کی طرح تنوع کیا جاتا ہے۔ آپ کے شاگرد رشید مولانا غلام اللہ خان کے الفاظ میں:" پہلے سورت میں تمہید کے بعد دعوی توحید کے مختلف عنوانات ذکر کیے جاتے ہیں۔ پھر ان دعاوی کا علی سبیل اللف والنشر المرتب یا غیر المرتب اعادہ کیا جاتا ہے۔ یا قصص ان دعووں پر ان ہر دو طریق سے متفرع کیا جاتا ہے۔ یا ثمرات و نتائج کو طریق مذکور کے مطابق متنوع کیا جاتا ہے۔[44]

اکابرین دیوبند کی ان اہم شخصیات کے علاوہ اسی مکتبہ فکر سے فیض یاب بعض دوسرے اصحاب نے بھی اس موضوع پر کام کیا ہے جن میں صوبہ سرحد ضلع مردان کے مولانا محمد طاہر مصنف سمط الدر في ربط الآيات والسور وخلاصتها المختصر لمن اراد ان يتذكر اويتدبر اور مولانا عبد السلام بن عبد الرؤف مصنف تنشيط الاذهان و مقدمہ التبيان في اصول تفسير القرآن قابل ذکر ہیں۔

حمید الدین فراہی

بر صغیر ھند و پاک کی ماضی قریب کی ایک اور شخصیت مولانا حمید الدین فراھی (۱۳۴۹ھ) ہیں جو نظم قرآن کے ماہر اور محرم راز تسلیم کئے جاتے ہیں۔ انہوں نے اپنی عمر عزیز کے چالیس سال پوری جانفشانی کے ساتھ تدبر قرآن پر صرف کئے اور وہ اپنے عمیق مطالعہ، عبقریت اور ذھانت کی بنا پر اپنے بہت سے معاصرین پر سبقت رکھتے ہیں- مولانا کا عقیدہ ہے کہ قرآن حکیم کی ھر سورہ کا ایک عمود یا مرکزی مضمون ہے جو مطالب سورہ کی شیرازہ بندی کا کام دیتا ہے اس کے تمام مضامین کو ایک لڑی میں پرو دیتا ہے اور تمام بکھرے ھوئے موتیوں کو جمع کر کے ان سے ایک خوبصورت ھار تیار کر دیتا ہے۔ عمود کا سررشتہ پوری سورت کو کثرت مضامین کے باوجود ایک وحدت میں تبدیل کر دیتا ہے۔ مولانا فراھی قرآن فہمی کے سلسلہ میں ربط اور نظام کو شاہ کلید کی حیثیت دیتے ہیں۔ اپنے موقف کی وضاحت کیلئے آپ کی مشہور تصانیف یہ ھیں. تفسیر نظام القرآن، جس کے مقدمہ کے طور پر فاتحہ نظام القرآن کو شامل کیا، ربط و مناسبت کے اصولوں کی وضاحت کیلئے دلائل النظام، اسالیب پر ایک مستقل رسالہ اسالیب القرآن لغت سے متعلق مفردات القرآن، قرآن کے طرز استدلال پر حجج القرآن اور اصول تفسیر پر التکمیل فی اصول التاویل اور تاویل الفرقان بالفرقان لکھا-[45]

افسوس ہے کہ مولانا فراھی کی عمر نے وفانہ کی اور اپنی اکثر تصانیف کی تکمیل نہ فرما سکے۔ آپ کے شاگرد مولانا امین احسن اصلاحی نے نظم قرآن کی بحث کو ایک قدم اور آگے بڑھایا۔ مولانا اصلاحی نے قرآن کی جملہ سورتوں کو سات گروپوں میں تقسیم کیا ہے اور ھر گروپ کی تشکیل اس طرح ہے کہ اس کے آغاز میں ایک یا ایک سے زائد مکی سورتیں ہیں اور ہر گروپ کا اختتام ایک یا ایک سے زائد مدنی سورتوں پر ھوتا ہے۔ اس طرح مکی اور مدنی سورتوں سے مل کر ایک گروپ بن جاتا ہے

مولانا موصوف قرآن کی مجموعی سورتوں کو بھی سات گروپوں میں تقسیم کرتے ہیں ان میں ہر گروپ کا اپنا ایک مرکزی مضمون ہوتا ہے جسے وہ علامہ فراہی کی طرح عمود کا نام دیتے ہیں۔ ان کی تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ ہر گروپ کے مرکزی مضمون کے دو رخ ہیں ایک رخ مکی سورتوں میں بیان کیا گیا ہے اور دوسرا مدنی سورتوں میں، اس طرح دونوں مل کر مرکزی مضمون کی تکمیل کرتے ہیں - مولانا کا موقف یہ ہے کہ مختلف سورتوں میں مختلف اصولی باتوں پر آفاقی انفسی اور تاریخی دلائل و شواهد کا بیان ہے، یہ دلائل نہایت حکیمانہ ترتیب کے ساتھ بیان ہوئے ہیں، نظم و ترتیب اور کلام کے منطقی تسلسل سے صحیح واقفیت کے بغیر دین و اخلاق کے اجزا کے باہمی ربط کو سمجھنا دشوار ہے اسی طرح تاویل کے اختلاف کو رفع کرنے کیلئے سب سے اہم چیز عبارت کے سیاق و سباق اور نظام کی معرفت ہے۔ اگر سیاق اور نظم کو ملحوظ رکھا جائے تو اکثر مواقع پر ایک ہی قول اور ایک ہی توجیہ کے سوا دوسرے کی گنجائش نہیں نکل سکتی۔ مولانا اصلاحی کی تفسیر تدبر قرآن ارتباط اور نظم کے باب میں ایک قابل قدر اضافہ ہے۔

جاوید احمد غامدی، نظم قرآن اور البیان کی منہج و خصوصیات

جاوید احمد غامدی صاحب نے البیان کے نام سے نظم قرآن کی روشنی میں قرآن مجید کا مربوط اور مسلسل ترجمہ کیا ہے۔ یہ ترجمہ علامہ حمید الدین فراہی کے اصول تفسیر کی روشنی میں اور مولانا امین احسن اصلاحی کی مایہ ناز تفسیر تدبر قرآن کے تفسیری نوٹس کی تلخیص اور قرآن مجید پر غامدی صاحب کے ذاتی تدبر کی نتیجے کی صورت میں سامنے آیا ہے۔ یہ تفسیر پانچ جلدوں میں ہے جو پہلی مرتبہ 2013ء میں شائع ہوئی۔ غامدی صاحب کی تفسیر کی ایک خاص بات یہ ہے کہ مولانا اصلاحی اور مولانا فراہی کی تفاسیر میں نظم قرآن کا بیان تفسیری نوٹ میں ہے جبکہ غامدی صاحب نے البیان میں ترجمہ قرآن میں ہی نظم کا خیال اہتمام کیا ہے۔ البیان کے ترجمے سے ہی آیات کا ربط و نظم واضح ہو جاتا ہے۔ اور پڑھنے والے کو سارا تسلسل سمجھ آنے لگتا ہے۔ آیات سے آیات کا ربط واضح ہو جاتا ہے اور علم ہوتا ہے کہ ایک سورت دوسری سورت سے اور سورتوں کا ایک گروپ دوسرے گروپ سے کیسے مربوط ہے۔ یوں پورا قرآن ایک وحدت کی شکل میں سامنے آجاتا ہے، اور اس کا بنیادی پیغام بھی واضح ہو جاتا ہے۔

نظم قرآن پر معاصر پاکستانی علما کی تصنیفات:

1. ربط السور القرآن از مولانا حبیب الرحمان کو تر پائی (م: 1979ء)
2. مجمع النکات از مولانا عبد الهادی شاہ منصوری (م: 1987ء)
3. سمط الدرر في ربط الایات والسور از مولانا محمد طاہر پنج پیری، (م: 1987ء)
4. علم المناسبة في التفسیر از مولانا عبد الواحد (م: 1990ء)
5. نثر المرجان : تصنیف مولانا محمد افضل خان شاپوری (م: 2003ء)

نظم قرآن اور مستشرقین

مستشرقین کی طرف سے قرآن پر جو اعتراضات کیے گئے ہیں ان میں سے ایک اس کی آیات میں ترتیب کا فقدان ہے۔ مستشرقین غیر مشرقی لوگ ہیں جو مشرق پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے مشرقی زبانوں، تہذیبوں، فلسفوں اور مذاہب کے مطالعہ میں مصروف رہے ہیں۔ مستشرقین نے قرآن پاک پر بہت سے اعتراضات کیے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ اس کا ہر لفظ اپنی جگہ خوبصورت ہے لیکن یہ کوئی منظم اور مربوط کتاب نہیں ہے۔ امت مسلمہ نے ہر دور میں ان باطل دلائل کو رد کیا ہے۔ قرآن پاک کے بارے میں مستشرقین کے غلط نظریات کا ایک جائزہ ذیل میں ہے۔ تھامس کارلائل نے قرآن کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار اس طرح کیا:

> "It is difficult for a person to understand this, especially for the person who opposes that the Quran was created in the heavens, as a great blessing for the world, as a book written in a good style, leave the good, just as a book, he will definitely agree that this is a collection of disjointed and scattered articles. As far as writing is concerned, it is certainly a written book, but perhaps the worst written book in the world. I would say that it is not incomprehensible otherwise why Arabs love it so much."[46]

> "کسی شخص کے لیے یہ سمجھنا مشکل ہے، خاص طور پر اس شخص کے لیے جو اس بات کی مخالفت کرتا ہے کہ قرآن آسمانوں پر بنایا گیا ہے، دنیا کے لیے ایک عظیم نعمت ہے، ایک اچھے اسلوب میں لکھی گئی کتاب کے طور پر، اچھی بات کو چھوڑ دو، جیسے کہ کتاب، وہ یقیناً اس بات سے متفق ہوں گے کہ یہ منقطع اور بکھرے ہوئے مضامین کا مجموعہ ہے، جہاں تک تحریر کا تعلق ہے، یہ یقیناً ایک تحریری کتاب ہے، لیکن شاید دنیا کی بدترین لکھی گئی کتاب ہے۔ میں کہوں گا کہ یہ ناقابل فہم نہیں ہے ورنہ عرب اس سے اتنا پیار کیوں کرتے ہیں؟"

انیسویں صدی کے معروف مستشرقین سر ولیم میئر نے بھی ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا ہے:

> "There is too much chaos and disorder in it. The subjects are mixed up with each other. It has neither chronological order nor semantic order. The later law repeals or amends the first law. There is a debate going on and suddenly another topic comes up which is totally

unrelated to the subject. In view of this situation, it is difficult for us to believe that the Quran, as it is now, was in the same order in the time of the Prophet (PBUH).'"[47]

"اس میں بہت زیادہ افراتفری اور بد نظمی ہے۔ مضامین ایک دوسرے کے ساتھ گھل مل گئے ہیں۔ اس میں نہ تاریخ کی ترتیب ہے اور نہ ہی سیمنٹک آرڈر۔ بعد کا قانون پہلے قانون کو منسوخ کرتا ہے یا اس میں ترمیم کرتا ہے۔ اس پر بحث جاری ہے اور اچانک ایک اور موضوع آ جاتا ہے۔ جس کا موضوع سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے، اس صورت حال کے پیش نظر ہمارے لیے یہ یقین کرنا مشکل ہے کہ قرآن، جیسا کہ اب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اسی ترتیب پر تھا۔"

George Sale talked about the Quran:

"The Muhammad was really the author and Chief Contriver of the Koran is beyond dispute, though it is highly probable that He had no small assistance in his design from other, as his countrymen failed not to object to him, however they differed so much. In their Conjecturers as to the particular person who gave him such assistance, that they were not able, it seems to prove. They change, Muhammad, it is to be presumed having taken his measure too well to be discovered."[48]

جارج سیل نے قرآن کے بارے میں بات کرتے ہوئے کہا: "محمد واقعی مصنف تھے اور قرآن کا مرکزی مصنف تنازعات سے بالاتر ہے، حالانکہ یہ بہت زیادہ امکان ہے کہ اس نے اپنے ڈیزائن میں دوسروں سے کوئی معمولی مدد نہیں کی تھی، کیونکہ اس کے ہم وطن اس پر اعتراض کرنے میں ناکام رہے تھے۔ تاہم ان میں بہت اختلاف تھا، ان کے قیاس کرنے والوں میں اس شخص کے بارے میں جس نے اسے اس طرح کی مدد دی تھی، کہ وہ اس کے قابل نہیں تھے، یہ ثابت ہوتا ہے، وہ بدل جاتے ہیں، محمد، یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس نے اپنا پیمانہ بہت اچھالیا تھا۔ دریافت کیا۔"

R. Bosworth Smith کے مطابق، قرآن پاک کی سورتیں کسی معنوی تناسب کی وجہ سے مرتب نہیں کی گئی تھیں بلکہ وہ صرف ان کے سائز، لمبی یا چھوٹی کی وجہ سے مرتب کی گئی تھیں۔ انہوں نے اس بارے میں لکھا:

"While compiling the Surahs, those who have compiled Quran as a book, have arranged the Surahs only in terms of being long or short. In the same way that the longest

surah was written first and then the shorter one, the order of the whole book was completed. Until the Quran reached us"[49]

"سورتوں کو مرتب کرتے وقت، قرآن مجید کو کتاب کے طور پر مرتب کرنے والوں نے سورتوں کو صرف طویل یا مختصر ہونے کے لحاظ سے ترتیب دیا ہے، اسی طرح سب سے لمبی سورت پہلے لکھی گئی اور پھر چھوٹی، پوری ترتیب۔ کتاب مکمل ہوئی، یہاں تک کہ قرآن ہم تک پہنچ گیا۔

Nold gave his opinion about Quran that;

"It seems that the surahs in the Quran are often fragmented in terms of thoughts and ideas. And we have no right to say that the inconsistency of the Quran is the ugly and disfigured act of a later man. Rather, such variations are abundant in the old Arabic literature."[50]

نولڈ نے قرآن کے بارے میں اپنی رائے دی کہ؛"ایسا لگتا ہے کہ قرآن مجید کی سورتیں اکثر خیالات اور نظریات کے لحاظ سے بکھری ہوئی ہیں۔ اور ہمیں یہ کہنے کا کوئی حق نہیں ہے کہ قرآن کی عدم مطابقت کسی بعد کے انسان کا بدصورت اور بگڑا ہوا عمل ہے اور پرانا عربی ادب ہے۔"

تمام مستشرقین کی قرآن کریم کے نظم و ضبط اور مطابقت کے بارے میں کم و بیش ایک ہی رائے ہے کہ قرآن کریم میں روحانی اور دنیاوی ترتیب غائب ہے۔ ان کی یہ تمام آراء کسی تحقیق یا غور و فکر کا نتیجہ نہیں ہیں بلکہ تعصب نے ان کو مکمل طور پر اندھا کر دیا ہے کہ قرآن کریم کی خوبصورت ترتیب اور تناسب ان پر ظاہر نہیں ہو سکا۔ مستشرقین کے نزدیک قرآن کی ترتیب ناقص ہے یا آیات کی ترتیب میں کوئی منطق نہیں ہے اور الفاظ کا سلسلہ بکھرے ہوئے خیالات کا مجموعہ ہے۔ درحقیقت مستشرقین کے یہ خیالات غلط ہیں۔ قرآن کی موجودہ ترتیب محدود ہے۔ قرآن مجید 23 سال کے طویل عرصے میں نازل ہوا، جیسا کہ نازل ہوا، آیات اور سورتوں کی ترتیب کا کام ایک ہی وقت میں ہوا۔

نزول کی ترتیب کے لحاظ سے ہر آیت اس وقت کی ضروریات کے لائق تھی اور مکمل منصوبہ بندی کے لحاظ سے ہر آیت پچھلی اور بعد کی آیات کے ساتھ مربوط ہو گئی۔ اس لیے مستشرقین نے قرآن کی موجودہ ترتیب کے حوالے سے جو اعتراضات کیے ہیں وہ حقائق پر مبنی نہیں ہیں۔ اس کے برعکس قومی اور مذہبی تعصب اور عربی زبان سے ناواقفیت کی وجہ سے قرآن میں ہم آہنگی کا فقدان دیکھا۔ مختصر یہ کہ ترتیب یا معنی کلام کی ایک اہم خصوصیت ہے، قرآن کی آیات کو سمجھنے اور صحیح معنی کا تعین کرنے کے لیے آیت کے سیاق و سباق پر غور کرنا ضروری ہے۔ ورنہ قرآن سیکھنے میں غلط فہمی کا امکان ہو گا۔ قرآن کی ترتیب پر مستشرقین کے اعتراضات کا جواب قرآن مجید کی آیات کے ہم آہنگی سے دیا جا سکتا ہے۔

نظم قرآن پر لکھی گئی اہم کتب عہد نہ عہد:

حافظ فدا حسین نظم کے تاریخی تسلسل کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

تیسری صدی ہجری کے اوائل میں معتزلہ کے امام ابراہیم نظام (م ۲۲۳ھ) نے اعجاز القرآن پر دلیل صرفہ پیش کی۔ پھر اس کے شاگرد ابو عثمان عمر الجاحظ بن بحر بن المحبوب الکنعانی (م ۲۵۵ھ) نے نظم قرآن پر کتاب لکھی۔ ابن قتیبہ (م ۲۸۶ھ) کی تاویل مشکل القرآن کو بھی بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ امام ابو داؤد سجستانی (م ۲۷۵ھ) نے نظم القرآن کے نام سے کتاب لکھی۔

چوتھی صدی ہجری میں احمد بن یزید الواسطی (م ۳۰۷ھ) نے اپنی کتاب اعجاز القرآن میں لکھی۔ اس کے بعد ابو الحسن علی بن عیسی رمائی (م ۳۷۴ھ) کا رسالہ النکت فی اعجاز القرآن سامنے آیا۔ شیخ ابو بکر النیشاپوری (م ۳۲۶ھ) نے سب سے پہلے آیات و سورتوں میں مناسبت سے متعلق سوالات اٹھائے۔ علامہ احمد بن محمد خطائی (م ۳۸۸ھ) نے البیان فی اعجاز القرآن کے نام سے کتاب لکھی۔

پانچویں صدی ہجری میں علامہ محمد بن خطیب بن جعفر باقلانی (م ۴۰۳ھ) نے اعجاز القرآن لکھی۔ قاضی عبد الجبار اسد آبادی (م ۴۱۵ھ) نے نظم کو باقاعدہ فن کی شکل عطا کی۔ علامہ عبد القاہر جرجائی (م ۴۷۱ھ) نے دلائل اعجاز کے نام سے کتاب لکھی۔

چھٹی صدی ہجری میں حسین بن مسعود بغوی (م ۵۱۶ھ) نے معالم التنزیل کے نام سے تفسیر لکھی۔ جس میں آیات کے درمیان مطابقت بیان کی۔ علامہ طبری (م ۵۳۸ھ) کی تفسیر مجمع البیان لعلوم القرآن کے نام سے تفسیر لکھی جس میں ربط آیات پر بحث کی۔ ابو بکر ابن العربی (م ۵۴۳ھ) نے سراج المریدین میں علمی مناسبت کو عظیم علم قرار دیا۔ ابن عطیہ اندلسی (م ۵۴۶ھ) نے اپنی تفسیر المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز میں نظم آیات کا اہتمام کیا۔

ساتویں صدی ہجری میں امام فخر الدین الرازی (م ۶۰۶ھ) نے تفسیر مفاتیح الغیب میں، الشیخ الاکبر محی الدین ابن العربی (م ۶۳۸ھ) اپنی تفسیر القرآن الکریم میں اور امام قرطبی (م ۶۷۱ھ) نے تفسیر قرطبی میں ربط آیات کا خاص اہتمام کیا۔

آٹھویں صدی میں احمد بن ابراہیم بن زبیر الثقفی (م ۷۰۸ھ) نے البرہان فی تناسب سور القرآن کے نام سے تصنیف مرتب کی۔ ابو حیان الاندلسی (م ۷۴۵ھ) نے اپنی تفسیر البحر المحیط میں نظم کا اہتمام کیا۔ امام بدر الدین الزرکشی (م ۷۹۴ھ) نے البرہان فی علوم القرآن میں مناسبت ربط و آیات پر سیر حاصل بحث کی۔

نویں صدی میں علامہ علاؤ الدین المسائی (م ۸۳۵ھ) نے تفسیر تبصیر الرحمن وتیسیر المنان میں اور امام برہان الدین بن عمر البقاعی (م ۸۸۵ھ) نظم والدرر فی تناسب آلای والسور کے نام سے کتب تصنیف کیں۔

دسویں صدی میں علامہ جلال الدین السیوطی (م ۹۱۱ھ) نے اس علم پر خاص توجہ دی۔ اس حوالے سے تناسق الدرر في تناسب السور کے نام سے کتاب لکھی۔ مصر کے شمس الدین محمد بن الشربیٹی (م ۹۷۷ھ) نے اپنی تفسیر سراج المنیر اور محمد بن مصطفی ابو السعود العمادی (م ۹۵۱ھ) نے اپنی تفسیر ابی السعود المسمی ارشاد العقل السلیم إلی المزایا بالقرآن الکریم نے ارتباط آیات پر خاصی توجہ دی۔

گیارہویں صدی ہجری میں شیخ منور بن عبد الحمید لاہوری (م ۱۰۱۱ھ) نے نظم قرآن پر الدرر التنظیم کے نام سے کتاب لکھی۔ **بارہویں صدی** میں برصغیر پاک وہند کے عظیم محقق شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۴ھ) الفوز الکبیر فی اصول تفسیر میں مناسبت اور نظم قرآن پر اصولی بحث کی۔

تیرھویں صدی ہجری میں مولوی محمد غوث شرف الملک (م ۱۲۳۸ھ) نے اپنی تفسیر نثر المرجان فی رسم نظم القرآن کے نام سے کتاب لکھی۔

چودھویں صدی ہجری میں محمد مصطفیٰ المراغی (م ۱۳۳۵ھ) نے نظم کی بحث کو اپنی تفاسیر میں بڑی خوبی سے اپنایا۔ مولانا اشرف علی تھانوی (م ۱۳۶۲ھ)، مفتی محمد شفیع (م ۱۳۹۶ھ) نے اپنی تفاسیر میں ربط و آیات وسور کا التزام کیا۔ مولانا حسین علی (م ۱۳۶۲ھ) نے بلغۃ الحیران فی ربط آیات الفرقان تصنیف کی۔ اس میں اول سے آخری سورہ تک علیحدہ علیحدہ ارتباط و تناسب پر بحث کر کے نظم قرآن کے حوالے سے قابل قدر اضافہ کیا۔ صوبہ سرحد کے مولانا محمد طاہر نے سمط الدرر في ربط الآیات والسور و خلاصتھا المختصر لمن آراد ان یتذکر اویتدبر کے نام سے ارتباط آیات کو سور کے حوالے سے کتاب لکھی۔ سید قطب شہید (۱۹۶۶ء) نے اپنی تفسیر میں ربط آیات کا التزام کیا۔

دور جدید کی مشہور شخصیت حمید الدین فراہی (م ۱۳۴۹ھ) نے نظم القرآن پر تفسیر نظام القرآن، دلائل النظام کے نام سے کتب تصانیف کیں۔ جس میں ربط و مناسبت کے اصولوں کو واضح کیا۔ ان کے شاگرد مولانا امین احسن اصلاحی (م ۱۹۹۷ء) نے نظم قرآن کی بحث کو ایک قدم اور آگے بڑھایا۔ ان کی تفسیر تدبر قرآن ارتباط اور نظم کے باب میں ایک قابل قدر اضافہ ہے۔[51]

علم نظم اہمیت اور فوائد

1: معنوی کشش

علم مناسبت و نظام کی اہمیت اس طرح مسلم ہے کہ اس سے کلام کے اجزا ایک دوسرے سے مربوط ہو جاتے ہیں اور معنی میں کشش، قوت اور تاثیر بڑھ جاتی ہے۔۔)مرتب اور منظم کلام کی مثال علامہ جلال الدین سیوطی نے اس عمارت سے دی ہے جو نہایت محکم اور متناسب اجزاء و عناصر کی بنیادوں پر کھڑی ہو)۔

2: اسرار شریعت سے واقفیت

علم مناسبت کا دوسرا فائدہ اسرار شریعت سے واقفیت دین کی صحیح روح اور حکمت سے آشنائی ہے، مولانا امین احسن اصلاحی (۱۹۰۳-۱۹۹۷ء) کے بقول جس طرح خاندانوں کے مجرے ہوتے ہیں اسی طرح نیکیوں اور بدیوں کے بھی مجرے ہوتے ہیں۔ بعض اوقات انسان ایک نیکی کو معمولی نیکی سمجھ بیٹھتا ہے حالانکہ اس کا تعلق نیکیوں کے اس خاندان سے ہوتا ہے جس سے تمام بڑی نیکیوں کی شاخیں چھوٹی ہیں۔ قرآن کی اس حکمت سے واقفیت نظم کلام ہی سے ممکن ہے۔ اگر کوئی شخص سورہ کے اندر آیات کے باہمی حکیمانہ نظم سے واقف نہ ہو تو شریعت کے ان اسرار ورموز سے وہ آشنا نہیں ہو سکتا۔

3: دلایل کی حکیمانہ ترتیب

علم مناسبت کا تیسرا فائیدہ قرآن میں بیان کردہ آفاقی، انفسی اور تاریخی دلائل کی حکیمانہ ترتیب سے آگاہی حاصل کرنا ہے۔ قرآن نے اصولی مسائل کی حمایت میں آفاق وانفس اور تاریخ عالم سے بڑی حکیمانہ ترتیب کے ساتھ استدلال کیا ہے۔ اس استدلال کی اثر آفرینی اور قوت و جاذبیت دوچند ہو جاتی ہے اگر ذہن و مخیال میں یہ ترتیب اور مناسبت واضح ہو۔

4: وحدت ملت

چوتھا فائیدہ وحدت ملت اور مسلمانوں کی شیرازہ بندی ہے۔ تاریخ اسلام میں قرآن کی تفسیر میں مناسبت اور نظام کی بھر پور رعایت کی گئی ہوتی تو اختلافات وانحرافات کے امکانات بہت کم ہوتے اور اتحاد فکر و عمل کے مواقع زیادہ ہوتے۔

خلاصہ بحث

علم نظم و مناسبت کا مطالعہ نہ صرف قرآنی علوم کے فہم کو بڑھاتا ہے بلکہ امت مسلمہ کی فکری اور عملی وحدت کو بھی مضبوط کرتا ہے۔ یہ تحقیق قرآن کے اندر موجود آیات کے باہمی ربط اور نظم کی حکمت کو سمجھنے کی کوشش ہے، جس کے ذریعے شریعت کے اسرار ورموز اور اسلامی تعلیمات کی صحیح روح کو جاننے میں مدد ملتی ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

حوالہ جات(References)

[1] ابن منظور افریقی، محمد بن مکرم، امام، لسان العرب، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۳۵۴ھ)، 3: ص3667

[2] الزبیدی محمد مرتضیٰ، ابوالفیض محمد بن الحسینی، تاج العروس من جواہر القاموس (دار الہدایہ، قاہرہ، سن)، ۲: ص۳۴۵

[3] عبدالحفیظ بلیاوی، ابوالفضل، مصباح اللغات، (لاہور: مقبول اکیڈمی پریس، ۱۹۵۰ء)، ص۴۷۹

[4] قاضی زین العابدین، بیان اللسان مع اللغات القرآن (ادارو دار العلوم، کراچی، سن)، ص۸۲۴

[5] وحید الزمان قاسمی، علامہ القاموس الوحید، (کراچی، ادارہ اسلامیات، طبع اول، ۲۰۰۱ء)، ص۲۶۹

[6] فیروز آبادی محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، (بیروت: موسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ الخامسۃ، ۱۴۱۶ھ)، ص۱۷۶

[7] ابراہیم انیس، المعجم الوسیط، (قطر: دار احیاء التراث الاسلامی، س۔ن)، ص۹۱۶

[8] الفراہیدی خلیل بن احمد، ابوعبدالرحمن، کتاب العین (ایران: انتشارات اسوہ، ۱۴۱۴ھ)، ص۹۷۰

[9] الزرکشی محمد بن عبداللہ البرہان فی علوم القرآن (بیروت: دار الاحیاء الکتب العربیہ، الطبعۃ الاولی، ۱۳۸۶ھ)، ۲:

[10] الجوہری اسماعیل بن حماد، الصحاح تاج اللغۃ العربیۃ (بیروت: دار العلم للملائمین، ۱۳۷۶ھ)، ۳: ص۹۴۵

[11] فیروز آبادی محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، ص۹۰۱

[12] ابن منظور افریقی، محمد بن مکرم، امام، لسان العرب، ۵: ص۱۱

[13] ابراہیم انیس، المعجم الوسیط، ۱: ص۳۲۳

[14] الفراہیدی خلیل بن احمد، ابوعبدالرحمن، کتاب العین، ص۹۵۷

[15] لسان العرب، ۶: ص۲۱۹

[16] ابن قیم، علامہ، کتاب الفوائد، ص۲۲۴

[17] فراہی، حمید الدین، رسائل الامام الفراہی فی علوم القرآن، (المجموعہ) ترجمہ مدرسۃ الاصلاح سرائے میر، الدائرۃ الحمیدیۃ ۱۹۹۱ء، ص۸۷

[18] فلاحی، عبیداللہ فہد، ڈاکٹر، قرآن کریم میں نظم و مناسبت، دارالتذکیر لاہور، 1999، 67

[19] فلاحی، عبیداللہ فہد، ڈاکٹر، قرآن کریم میں نظم و مناسبت، 69

[20] فلاحی، عبیداللہ فہد، ڈاکٹر، قرآن کریم میں نظم و مناسبت، 890

[21] حمد بن محمد خطابی، البیان فی اعجاز القرآن، تصحیح ڈاکٹر عبدالعلیم، مسلم یونیورسٹی علیگڑھ ۱۹۵۳م ص۹

[22] ابن ابی اصبع مصری، بدیع القرآن قدیم و تحقیق حفنی شرف مکتبہ نھضتہ مصر ۱۹۵ م ص ۵۰

[23] فلاحی، عبیداللہ فہد، ڈاکٹر، قرآن کریم میں نظم و مناسبت، 103

[24] فلاحی، عبیداللہ فہد، ڈاکٹر، قرآن کریم میں نظم و مناسبت، 113

[25] ایاز احمد اصلاحی، ابن الزبیر الثقفی اور نظم قرآن، نظام القرآن مدرسہ الاصلاح، سرائے میر اعظم گڑھ، شمارہ جولائی تا اگست ستمبر ۲۰۰۱، ج ۲ ص ۶۲

[26] الزرکشی، بدر الدین، البرہان فی علوم القرآن، ج ا ص ۳۱۷

[27] السیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، مطبع حجازی قاھرہ، ج ۲ ص ۱۰۸

[28] المھائمی، علاؤالدین، تبصیر الرحمن وتیسیر المنان، ج ا ص ۲

[29] البقاعی، برہان الدین ابوالحسن، ابراہیم بن عمر، نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور، ج ا ص ۶،۵

[30] امام فخر الدین رازی، مفاتح الغیب المشتھر بالتفسیر الکبیر المطبعہ العامرہ الشرفیۃ، طبع اول ۱۳۰ ھ۔-الجزء السابع، ص ۳۷۵

[31] مولانا سید ابوالاعلی مودودی، تفسیم القرآن، مرکزی مکتبہ اسلامی، دیلھی، ۱۹۸۱ ج اول ص ۲۵-۲۷

[32] جلال الدین سیوطی، الاتقان في علوم القرآن، مطبعہ حجازی بالقاھرہ-الجزء الثانی، ص ۱۰۸

[33] فلاحی، عبید اللہ فہد، ڈاکٹر، قرآن کریم میں نظم ومناسبت، دارالتذکیر لاہور، 1999، 59

[34] فراہی، حمید الدین، مجموعہ تفاسیر فراہی، ترجمہ مولانا امین احسن اصلاحی، مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی پاکستان، اچھرہ لاہور ص ۵۳

[35] اصلاحی- امین احسن تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن لاہور، ص ۴۱

[36] سراج الاسلام حنیف، ڈاکٹر ، تسھیل، تعلیق و تحقیق بلغه الخیر ان فی ربط آیات القرآن، اشاعت اکیڈمی محله قصه خوانی پشاور، ۲۰۰۸ء

[37] شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر، مطبع سعیدی کراچی ص ۱۲

[38] عبد الحي الحسني ، الثقافة الاسلامية في الهند ص ١٦٦

[39] غلام محمد حریری، تاریخ تفسیر ومفسرین استقلال پریس لاھور ص ٦٤٦

[40] محمد یوسف بنوری، یتیمة البیان لمشکلات القرآن ، مجلس علمی، جمال پریس دھلی، ص ۶۷

[41] عبدالباری پروفیسر عثمانیه یونیورسٹی، جامع المجددین ، هارڈنگ روڈ ، لکھنئو بھارت ، ص ۸۱، اشرف علی تهانوي سبق الغايات في نسق الآيات ، کتبخانه اعزازيه ديوبند : ص نمبر ۱

[42] عبید اللہ سندھی: شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ، سندہ ساگر اکادمی لاھور ص ۹٦۰

[43] عبدالحمید سواتی، مقدمہ فیوضات حسینی ترجمہ- تحفہ ابراہیمیہ (گوجرانوالہ: مدرسہ نصرت العلوم، 2009ء)، 8:7؛ ضیائے توحید سرگودھا، شمارہ نمبر 6، جولائی 2012:28

[44] البرہان فی اصول جواھر الفرقان، 69

[45] محمد عنایت اللہ سبحانی، مولانا حمید الدین فراھی، البدر پبلی کیشنز، لاھور ص ۱۵۳-۱۶۸

[46] Faizan Hassan Javed, The Importance Of Coherence In Quranic Verses, Journal of Positive School Psychology, 2022, Vol. 6, No. 9, 2310-2318,pg: 14

[47] Faizan Hassan Javed, The Importance Of Coherence In Quranic Verses, Journal of Positive School Psychology, 2022, Vol. 6, No. 9, 2310-2318,pg: 14

[48] Faizan Hassan Javed, The Importance Of Coherence In Quranic Verses, Journal of Positive School Psychology, 2022, Vol. 6, No. 9, 2310-2318,pg: 15

[49] Faizan Hassan Javed, The Importance Of Coherence In Quranic Verses, Journal of Positive School Psychology, 2022, Vol. 6, No. 9, 2310-2318,pg: 15

[50] Faizan Hassan Javed, The Importance Of Coherence In Quranic Verses, Journal of Positive School Psychology, 2022, Vol. 6, No. 9, 2310-2318,pg: 15

[51] فدا حسین، اصول تفسیر میں نظم قرآن کی روایت کا تاریخی اور تحلیلی جائزہ (اسلام آباد: تحقیقی مقالہ برائے ایم فل سیشن ۲۰۰۲ء، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی)، ص ۱۸۵